# خواندگی کا مسئلہ اسلامی تناظر میں

ڈاکٹر شیر محمد زمان

تعلیمات اسلام میں حصول علم اور کتابت و خواندگی کو جو اہمیت دی گئی ہے وہ محتاج بیان نہیں ہے۔ یہ عجیب حکمت ہے، بلکہ اس کا شمار بھی اعجاز قرآن میں ہونا چاہیئے، کہ نبی کریم حضرت محمد مصطفی صلّی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی کتاب کا نام ہی ربّ کریم کی مشیّت کاملہ نے قرآن تجویز فرمایا اور اس کا سب سے پہلے نازل ہونے والا کلمہ اقرأ (پڑھ) تھا۔ قرآن مجید میں اس نسخۂ کیمیا کو ۶۷ مقامات پراس نام سے موسوم کیا گیا *۔ یہ نام اس کتاب کی شناخت اور اس کا اسم ذات قرار پایا اس نام سے اس کی تعریف و تشہیر ہوئی۔ دنیا کی بیسیوں زبانوں کی لغات میں یہ لفظ اہل اسلام کی مقدّس الہامی کتاب کے معنوں میں داخل ہے۔ مثال کے طور پر انگریزی زبان کی ڈکشنریوں میں,,KORAN کا لفظ صدیوں سے شامل ہے اور CONCISE OXFORD DICTIONARY کے جدید ترین ایڈیشن (ساتواں ایڈیشن، طبع ۱۹۸۷ء) میں اس کے معنے یوں مندرج ہیں۔

"SACRED BOOK OF MUSLIMS, COLLECTION OF MUHAMMAD'S ORAL REVELATIONS, WRITTEN IN ARABIC"

بیسویں صدی کے وسط سے انگریزی زبان کی لغات میں قرآن کی قدیمی مگر غیر صحیح املاء یعنی ،KORAN' کے علاوہ صحیح املاء QUR,AN کا اندراج بھی بطور متبادل کے شائع کیا جا رہا ہے۔

---

* اس کے علاوہ دو مقامات پر یہ کلمہ محض مصدر کے معنی میں آیا ہے (۷۵ : ۱۷، ۱۸)

اس میں شک نہیں کہ قرآن کریم کے متعدّد اور نام خود قرآن کریم میں استعمال ہوئے ہیں۔ کتاب (لکھی ہوئی تحریر) سمیت ان میں سے چند الفاظ یہ ہیں: الھدی، الفرقان، الذکر الحکیم، ذکر، بیان، موعظة، ھدی، تِبْیان، تذکرة، نور، کتاب مبین، برھان، مگر توجہ اس امر کی طرف دلانا مطلوب ہے کہ جس طرح لفظ ,,اللہ،، ربّ کریم کا اسم ذات ہے اسی طرح ,,قرآن،، اس کتاب الٰہی کا اسم ذات ہے۔ پس اھل اسلام کے لئے یہ بات دعوت فکر کی حیثیت رکھتی ہے کہ اس امّت کے لئے مُنزّل کتاب کا نام ھی ق ر ء کے مادہ سے ماخوذ کلمہ قرآن ہے۔ جس کے معنے ھیں پڑھنے کی چیز۔ کسی ملّت کی کوئی مقدّس کتاب یا صحیفۂ سماویہ اس تاریخی صفت کا حامل نہیں۔

قرآن کریم میں کئی ایسے احکامات ھیں جن کا تعلق براہ راست لکھنے کے فن سے ہے۔ معینّہ مدّت کے لئے قرض کے لین دین کو معرض تحریر میں لانے کے احکام کا ذکر برسبیل مثال کیا جا سکتا ہے (۱)۔ اسی طرح قرأت و کتابت کے متعدد لوازمات کا ذکر بھی اس کے احترام اور اھمیت پر دلالت کرتا ہے۔ بالخصوص اللہ تعالی کی طرف سے قلم کی قسم تو اس احترام کی معراج ہے (۲)۔ قرآن مجید کی پہلی سورت میں ھی قلم کو ذریعۂ تعلیم کی حیثیت دینا بھی کتابت کے مقام کی رفعت کا پتہ دیتا ہے (۳)۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات عالیہ میں جابجا تحصیل علم کی تاکید ملتی ہے اور اس بارے میں مرد و زن کی کوئی تمیز روا نہیں رکھی گئی۔ طلب علم کا حکم سب اھل اسلام کے لئے عام ہے۔ ,,طلب العلم فریضةً علی کلّ مسلم ،، (۴) (طلب علم ھر مسلم پر فرض ہے) ,,علم حاصل کرو خواہ اس کے لئے چین جانا پڑے ،،

والی حدیث تو تاکیدی حکم کی حیثیت رکھتی ہے۔ ,,مھد سے لحد تک علم حاصل کرو ،، تعلیم مسلسل کا وہ مرکزی نکتہ ہے جسے دور جدید کے فلسفۂ تعلیم میں ایک انقلابی تصور کی حیثیت سے عالمی شہرت حال ھی میں نصیب ہوئی ہے۔ روایت حدیث کے کڑے اصولوں کے معیار پر یہ معروف و مقبول قول پورا اترتا ہے یا نہیں ، یہ بات زیر نظر موضوع کے تناظر میں اہم نہیں ۔ قابل توجہ امر یہ ہے کہ یہ نظریہ یا تصور صدیوں سے اسلامی ثقافت کی تاریخ میں نبی کریم کے ساتھ منسوب ہوکر منقول ہوتا چلا آیا ہے (٥)۔ لہذا حدیث کے مستند اور صحیح یا غیر مستند اور غیر صحیح ہونے سے قطع نظر اتنی بات تو بہرحال ثابت ہے کہ اسلامی تہذیب کی میراث میں تعلیم مسلسل کا یہ تصور ایک مثبت اور معقول و مقبول نظریہ کی حیثیت سے برابر گردش کرتا رہا ہے۔ جبکہ مغرب کے تعلیمی فلسفہ نے حال ھی میں اس نظریہ سے تعرّض کیا ہے۔

خواندگی یعنی لکھنے پڑھنے کا فن سیکھنے کے بارے میں نبی امیّ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی سیرت طاہرہ سے دو باتیں خصوصی توجہ کی متقاضی ھیں ۔ اوّلاً نزول وحی کے ساتھ ھی اسے احاطۂ تحریر میں لانے کا شدّت سے اہتمام اور ثانیاً اسیران بدر کے لیے فدیہ کے طور پر مدینے کے دس مسلمان بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دینے کی شرط کا تعیّن (٦)۔ اس مؤخر الذکر واقعہ سے کتابت و خواندگی کی اہمیت کے ساتھ ھی اس نکتہ کا استنباط ہوتا ہے کہ غیر مسلم سے علم حاصل کرنے میں بھی کوئی قباحت نہیں ۔ بلکہ غیر مسلموں سے ان کی علمی مہارتیں حاصل کر کے ان سے فلاح مسلمین اور دفاع اسلام کا کام لیا جا سکتا ہے۔ طب ، سائنس اور ٹیکنالوجی ھی اس دائرہ میں نہیں آتے بلکہ اسلامی علوم میں بھی مستشرقین سے ان کا اسلوب

تحقیق اور منہج استدلال سیکھ کر انہیں اسلام کے فکری و علمی دفاع کے لئے استعمال کرنا بھی اس مفہوم میں یقیناً داخل ہے۔

مزید برآں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم سے ایسی صحیح احادیث بھی منقول ہیں جن میں آپ نے صحابیات اور ازواج مطہرات کو لکھنا پڑھنا سیکھنے کی ترغیب دلائی (۷)۔

پھر کیا یہ بات انتہائی صدمہ اور دکھ کی نہیں کہ جس ملّت کی کتاب مقدّس کا نام ہی قرآن ہو اور جس کے ہر فرد کے لئے جنس، رنگ و نسل، مقام و مرتبہ کی کسی تفریق کے بغیر تحصیل علم کو فریضہ قرار دیا گیا ہو اس کے افراد آج خواندگی کے میدان میں اقوام عالم کی صف میں سب سے پیچھے نظر آئیں۔

بلاشبہ اکثر مسلم ممالک میں طویل استعماری دور نے تاریخی اسباب و عوامل کی بنا پر علمی پسماندگی کو جنم دیا۔ برصغیر کے پس منظر میں ہی دیکھیں تو مغلیہ سلطنت کے زوال پذیر دور میں مکاتب و مدارس کے اوقاف کا وہ وسیع سلسلہ نظر آتا ہے کہ برطانوی عہد میں مسلمانوں کی تعلیمی پسماندگی پر حیرت ہوتی ہے۔ یہی مدارس تھے جن سے حدیث، تفسیر، فقہ، ادب، لُغت، کلام، شعر، تاریخ اور لسانیات کے علماء ہی نہیں نکلتے تھے بلکہ طب و جراحت، ریاضی، ہندسہ، فلکیات کے وہ ماہرین بھی پیدا ہوتے تھے جن کے ہاتھوں کے تعمیری کارنامے آج بھی ان کے علم و فن کی زندۂ جاوید شہادت ہیں۔

تعلیم کا جو تعلق کسی قوم یا ملک کی تعمیر و ترقی سے ہو سکتا ہے اس کا بیان تحصیل حاصل ہے۔ ناخواندگی افراد کو حصول معلومات کے مؤثر ترین ذریعہ سے ہی محروم نہیں کرتی بلکہ ان کی تخلیقی قوتوں کا راستہ بھی مسدود کر دیتی ہے۔ کرۂ ارض کا وہ حصہ

جو آج ترقی یافتہ دنیا کی تعریف میں آتا ہے وہاں خواندگی کا فیصد کم از کم ایک صدی پہلے ہی امتیازی حیثیت حاصل کر چکا تھا ۔ مغربی ملکوں کے علاوہ جاپان کی مثال اس سلسلے میں بڑی واضح ہے۔

پاکستان میں تقسیم ہند سے لے کر اب تک خواندگی بڑھانے کی رفتار بڑی سست رہی ہے۔ بحیثیت مجموعی ، خواندگی کی شرح ۱۹۵۱ میں ۱۳.۲ فیصد ، ۱۹۶۱ ء میں ۱۸.۴ فیصد ، ۱۹۷۲ء میں ۲۱.۷ فیصد اور ۱۹۸۱ء میں ۲۶.۲ فیصد تھی۔ عورتوں میں یہ شرح خراب تر ہے۔ شہری علاقوں کے مقابلے پر دیہاتی آبادی کی شرح فیصد انتہائی حوصلہ شکن ہے۔ ملک کے مختلف جغرافیائی خطوں میں شرح فیصد کا تفاوت خاصا نمایاں ہے۔ صوبہ سندھ میں شرح خواندگی ۱۳۰۵ فیصد ، پنجاب میں ۲۷.۴ فیصد ، صوبہ سرحد میں ۱۶.۳ فیصد اور بلوچستان میں ۱۰.۳ فیصد ہے (۸)۔ ملک کے اندر مختلف طبقوں میں شرح خواندگی کے تفاوت کا کمال دیکھنا ہو تو غور فرمائیے کہ قومی سطح پر مردانہ شہری آبادی میں شرح خواندگی ۵۵.۳ فیصد ہے جبکہ زنانہ دیہی آبادی میں یہ شرح ۷.۳ فیصد ہے۔ بلوچستان کی زنانہ دیہی آبادی میں یہ شرح محض ۱.۸ فیصد رہ جاتی ہے۔ (۹)

اس افسوسناک صورتحال کے روایتی اسباب ہمارے سرکاری و نیم سرکاری جائزوں میں بالعموم مندرجہ ذیل بتائے جاتے ہیں۔

۱ ۔ ہمارے معاشرے میں والدین بچوں ، بالخصوص بچیوں ، کی تعلیم سے بےتوجّہی برتتے ہیں ۔

۲ ۔ دیہات میں والدین کی اکثریت ناخواندہ یا غیر تعلیم یافتہ ہوتی ہے۔ اس لئے اپنے بچوں کی تعلیم میں ان کی توجہ بالعموم اس سطح پر نہیں ہوتی جیسے ہونی چاہئیے۔

۳ ۔ دیہات میں اور غریب شہری آبادیوں میں والدین بچوں کو کم سنی میں کسی نہ کسی کام پر لگا دیتے ہیں ۔ تاکہ وہ کنبے کی آمدنی میں کچھ اضافہ کر کے گذارے کی صورت پیدا کر سکیں ۔ نصابی کتب کی مہنگائی اس پر مستزاد ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ پرائمری سکولوں میں طلباء کے سکول چھوڑ جانے کی شرح (DROP—OUT RATE) بہت زیادہ ہے ۔

۴ ۔ لڑکیوں کے لئے علیحدہ سکول مطلوبہ تعداد میں نہ ہونے کے باعث کئی لڑکیاں سکول جانے سے رہ جاتی ہیں ۔ کیونکہ والدین لڑکیوں کو مخلوط سکولوں میں بھیجنا پسند نہیں کرتے ۔

۵ ۔ دیہات میں آبادی منتشر شکل میں ہے ۔ ۸۵ ۔ ۱۹۸۴ ء کے اندازے کے مطابق ( پاکستان اکنامک سروے ۸۵ ۔ ۱۹۸۴ء ، ص ۱۷۵) دیہاتی علاقوں کے بیس فیصد لوگ تین سو نفوس کے لگ بھگ آبادیوں میں رہتے ہیں ۔ حکومت ان چھوٹی چھوٹی آبادیوں میں ہر جگہ سکول فراہم نہیں کر سکتی ۔

٦ ۔ تعلیمی فنڈز کی کمی بھی اس کا ایک اہم سبب ہے ۔ پاکستان جی ۔ ۔ این ۔ پی کے ۱:۵ سے ۲ فیصد تک تعلیم پر خرچ کرتا ہے ۔ جبکہ ترقی پذیر ممالک کے لئے یونیسکو کی سفارش جی ۔ این ۔ پی کا کم از کم ۴ فیصد ہے ۔

## پس چه باید کرد

افسوس یہ ہے کہ ہمارے پالیسی سازوں اور ماہرین کی سوچ کی تار برابر مغربی فکری سرچشموں سے جڑے رہتے ہیں ۔ میرے نزدیک

ہمارے ہاں شرح خواندگی کی افسوسناک کمی کا ایک اہم سبب یہ ہے کہ ہم اس کے علاج کے لئے ہمیشہ مغرب سے درآمد کردہ نسخے اور نعرے استعمال کرتے رہے ہیں ۔ کبھی ,, EACH ONE TEACH ONE ،، کی تکرار ، کبھی ,,ایک فرد کو پڑھائیے ، ہزار روپے کمائیے ،، اور ,,علم پھیلائیں دولت کمائیں ،، کا نعرہ ۔ اسی طرح خواندگی کی دعوت کے ضمن میں خط پڑھنے ، اخبار بینی اور حساب کتاب کی سہولت کا ذکر تو کیا جاتا ہے مگر ,,قرآن پڑھو ،، کی مہم آج تک نہیں چلائی گئی ۔ جو عام خواندگی کے لئے مؤثر ترین قابل استعمال زینہ بن سکتی ہے۔ اسی طرح یہ تو کہا جاتا ہے کہ خواندگی کی کتابوں اور مابعد خواندگی کے مواد میں لوگوں کے ماحول ، صحت ، زراعت ، حرفت وغیرہ پر نظر مرکوز رکھی جائے تاکہ وہ اس مواد میں دلچسپی لے سکیں ۔ مگر ہمارے معاشرے میں مذہب کے حوالے سے نماز ، روزہ، نکاح ، طلاق ، میراث ، قربانی ، فطرانہ اور عید نماز وغیرہ کے مسائل کی اھمیت کا ذکر نہیں کیا جاتا ۔ جن سے ہمارے عوام کی اکثریت کو خاصی دلچسپی ہوتی ہے۔ اسی طرح مساجد کو خواندگی کے بنیادی مراکز کی حیثیت دینے کے مسئلے پر کوئی توجہ مبذول نہیں ہوئی اگرچہ محدود پیمانے پر مسجد مکتب مدرسہ کے ذریعہ پرائمری مدارس کو مسجد کی عمارتی سہولتیں فراھم کرنے کا اہتمام ضرور کیا گیا ہے۔

چالیس سال سے زیادہ عمر کے لوگوں کو خواندگی کی طرف مائل کرنا بجا طور پر زیادہ مشکل تصور کیا جاتا ہے۔ ان کا یہ ردعمل عام طور پر نقل کیا جاتا ہے کہ بوڑھے طوطے کیا پڑھیں گے ۔ مگر خواندگی کی دعوت قرآن کریم اور اس کا ترجمہ پڑھنے کے حوالے سے دی جائے اور ریڈیو، ٹی وی کے علاوہ مساجد کے منبروں سے بیک آواز اس کا

تکرار ہو تو اس میدان میں خاطر خواہ کامیابی حاصل کی جا سکتی ہے۔

خواندگی کو آسان بنانے کے لئے دو اہم نکات کی طرف توجہ دلانا بھی ضروری ہے۔

اوّلاً ہماری کل آبادی میں ۴۱.۴ فیصد خواتین اور ۳۵.۸ فیصد مرد ناظرہ قرآن پڑھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں (۱۰)۔ شہری آبادیوں میں یہ شرح اور بھی بہتر ہے یعنی خواتین کے لئے ۵۹ فیصد اور مردوں کے لئے ۴۸ فیصد ؛ دیہاتی علاقوں میں یہ شرح کم تر ہونے کے باوجود خاصی معتدبہ ہے ( خواتین ۳۴.٦ فیصد اور مرد ۳۰.٦ فیصد ) ان اعداد و شمار سے ثابت ہوتا ہے کہ نسخ رسم الخط کو خواندگی کے مواد کے لئے استعمال کر کے خاصی پیش رفت کا امکان ہے ظاہر ہے کہ ناظرہ قرآن پڑھے ہوئے لوگ نسخ رسم الخط اور تمام عربی الاصل حروف سے مانوس ہوں گے اردو یا مادری زبان (سندھی ، پشتو وغیرہ) کے اضافی حروف سکھا کر انہیں نسبتاً کم وقت میں عام خواندگی سکھائی جا سکتی ہے۔

ایک اور اہم بات کی طرف اشارہ کرنا بھی مفید ہو گا ۔ نسخ رسم الخط بنیادی طور پر اپنی سادگی اور سہولت کے باعث ناخواندہ لوگوں کو لکھنا پڑھنا سکھانے میں پیش آنے والی مشکلات کو بہت کم کر سکتا ہے پھر جو لوگ پہلے ہی قرآن ناظرہ پڑھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں ان کے لئے تو یہ مرحلہ کئی درجے آسان تر ہو جاتا ہے۔ یہ بات معروضی طور پر ثابت کی جا چکی ہے ۔ ناخواندہ گروہوں کے ساتھ میرے اپنے تجربات نے اس کو درست ثابت کیا ہے۔ پاکستان میں اس طرح کا کوئی باقاعدہ تحقیقی و تقابلی منصوبہ تو میرے علم میں نہیں مگر یونیورسٹی آف پنسلوینیا کی ایک تحقیقی ٹیم مراکو میں

اپنی تحقیقات کے دوران میں اس نتیجے پر پہنچی تھی کہ جن بچوں کی مادری زبان بربری تھی مگر وہ قرآن پاک پڑھ چکے تھے انہوں نے اپنے ہم مکتب بچوں سے جو پہلے قرآن ناظرہ پڑھ کر نہیں آئے تھے ، کہیں پہلے عربی زبان لکھنا پڑھنا سیکھ لی ۔

ثانیاً ان اعداد و شمار میں دوسری قابل غور بات یہ ہے کہ ناظرہ قرآن پڑھے ہوئے افراد میں عام خواندگی کی شرح کے برعکس خواتین کی تعداد مردوں سے زیادہ ہے۔ خواندگی کے لئے چلائی جانے والی قریباً ہر تجرباتی مہم میں یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچی ہے کہ خواتین میں لکھنا پڑھنا سیکھنے کی خواھش اور اس عمل میں ان کے ثبات و استقلال کا درجہ مردوں سے کہیں زیادہ ہے۔ دینی باتوں سے ان کی دل بستگی بھی زیادہ ھوتی ہے۔ ان عوامل کی روشنی میں اگر ایک زور دار تحریک قرآنی ترجمہ اور دینی مسائل کے نسخ میں مطبوعہ رسالوں کے ساتھ بالخصوص خواتین کے لئے ، ترجیحاً خواتین ڈویژن کی سرپرستی میں ، چلائی جائے تو اس میدان میں اس مخصوص دائرے کے اندر خاصی سرعت کے ساتھ پیش رفت ممکن ہے اور یہ کس پر عیاں نہیں کہ عورتوں میں خواندگی کے مثبت نتائج اولاد کی بہتر تربیت اور غور و پرداخت کی شکل میں قوم کا سرمایہ بن سکتے ھیں ۔

# حواشی

١ ـ القرآن الکریم ـ ٢ : ٢٨٢
٢ ـ القرآن الکریم ، ٦٨ : ١ ( ن والقلم و مایسطرون )
٣ ـ القرآن الکریم ، ٩٦ : ٣ (۔ اقرأ و ربک الاکرم الّذی علّم بالقلم )
۴ ـ ابن ماجه : سنن ( اسلام آباد ، وزارت تعلیم حکومت پاکستان ، ١٩٨۴ء )
۵ـ ایڈگر فاؤر (Edgar Faur) وغیرہ : لرننگ ٹو بی (Learning To Be) پیرس ، یونیسکو، ١٩٧٢ء ـ
٦ ـ ابن سعد : الطبقات الکبری ، جز ثانی ( بیروت ، دار صادر ) ص ٢٢ ،
٧ ـ ابو داؤد ـ
٨ ـ حکومت پاکستان ، فنانس ڈویژن : اکنامک سروے ٨٨ ـ ١٩٨٧ ، ص ١٥٩
٩ ـ حکومت پاکستان ، شماریات ڈویژن : ١٩٨١ء مردم شماری رپورٹ ( اسلام آباد ، ١٩٨۴) ـ
١٠ ـ حکومت پاکستان ، شماریات ڈویژن : ١٩٨١ء کی مردم شماری کے اهم نتائج ( انگریزی ) ، اسلام آباد ، ١٩٨٣ء ـ